دفاع فکر المحدثین کالم

ابوانس محمد یحییٰ گوندلوی
(شارح ترمذی و ابن ماجہ)

سند حدیث اور طاہر القادری...؟

جناب طاہر قادری صاحب پاکستان کی معروف شخصیت ہیں اور بہت سے علوم وفنون میں مہارت رکھنے کے داعی ہیں۔ ان کے اکثر دعاوی کی حقیقت تو آشکار ہو چکی ہے۔ اب موصوف پر حدیث نبوی پر دسترس کے دعویٰ کا خبط غالب ہے۔ اس لیے کہ اب ان کے نام کے ساتھ شیخ الاسلام کا لاحقہ بھی شامل ہو چکا ہے اور اس منصب جلیل کے لیے قرآن کی تفسیر اور حدیث کی تفہیم میں مہارت ضروری ہے' ورنہ یہ لاحقہ بھی مذاق بن جاتا ہے۔ چنانچہ آج کل موصوف اسی تگ و دو میں لگے ہوئے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے اپنے ایک برطانیہ کے دورہ کے درمیان برمنگھم میں صحیح بخاری کا دورہ کرایا ہے۔ ان کے دورے کا دوسرا معنی یہ ہے کہ انھوں نے اپنے ستم آزمانے کے لیے صحیح بخاری کا انتخاب کیا ہے اور اس کے ضمن میں صرف صحیح بخاری پر ہی ظلم نہیں کیا بلکہ اسلام کے اساسی رکن توحید کو بھی تختہ مشق بنایا ہے۔ راقم الحروف کو تو کبھی بھی ان کی ذات شریف کے کردار پر نظر رکھنے کی دلچسپی نہیں رہی۔ تاہم بعض حضرات نے ان کی حدیث نبوی پر دست درازیوں پر کچھ لکھنے کا اصرار کیا۔ راقم الحروف نے حدیث کے بارہ میں ان کے جب فرمودات دیکھے تو معلوم ہوا کہ احباب کا اصرار بجا اور درست ہے۔

میرے سامنے ماہنامہ منہاج القرآن نومبر ۲۰۰۶ء ہے جس میں موصوف کے دورہ صحیح بخاری کی پہلی قسط طبع ہوئی ہے۔ ہم اس کا ہی سلسلہ وار جائزہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

اہمیت سند

موصوف نے اپنے دورہ کا آغاز سند کی اہمیت بیان کرنے سے کیا ہے اور اس بارہ میں ایسے عجیب و غریب استدلال یا انکشاف کیے ہیں' جن سے پہلی صدی ہجری سے لے کر دور حاضر تک کے مسلمان محروم چلے آرہے ہیں۔ انھوں نے بغیر کسی تمہید کے سند کی اہمیت کا تذکرہ چھیڑا ہے۔ فرماتے ہیں: حدیث اور قرآن کے علم کو حاصل کرنا اور آگے پہچانا اور نہ صرف پہنچانا بلکہ متصل۔ معتمد و معتبر اسناد کے ساتھ پہچانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے اور پھر اپنے

موقف پر (بحوالہ مجمع الزوائد ص ۱۳۷' ج ۱) یہ دلیل پیش کی ہے۔

عن ثابت بن قیس تسمعون ویسمع منکم ویسمع من الذین یسمعون منکم ویسمع من الذین یسمعون من الذین یسمعون منکم

اور پھر اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ حضرت ثابت بن قیس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مجھ سے سنو گے اور پھر آگے تم سے سنا جائے گا اور جنھوں نے تم سے سنی ہوں گی پھر آگے ان سے سنا جائے گا اور پھر ان سے میری حدیث سنی جائے گی۔ جن لوگوں نے پہلے سنانے والوں سے سنا ہوگا۔ (ص ۲۰ بلفظہ)

اولاً: ہم کہتے ہیں موصوف نے اس روایت کے الفاظ بیان کرنے میں بڑا تصرف کیا ہے یا پھر علم حدیث کے بارہ میں اپنی جہالت کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ وہ یہ کہ اس روایت میں اپنی طرف سے بہت سا اضافہ کیا ہے۔ جو اصل میں نہیں ہے۔ مجمع الزوائد میں یہ روایت ان الفاظ سے ہے:

تسمعون ویسمع منکم ویسمع ممن یسمع منکم

مختصر سی روایت کو اضافہ کے ساتھ دوگنا طویل کر دیا اور پھر یہ نہیں کہ یہ اضافہ کتابت کی غلطی ہے اس لیے کہ جو ترجمہ کیا ہے' وہ بھی تقریباً اضافہ شدہ عبارت کے مطابق ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اضافہ سہواً نہیں بلکہ عمداً کیا گیا ہے۔ جو حدیث میں اپنی طرف سے اضافہ کرتا ہے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتا ہے۔ ایسے شخص پر صحیح بخاری کی ہی متواتر حدیث صادق آتی ہے کہ:

((من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار))

''جس شخص نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی نہ کسی طریقہ سے جھوٹ بولنا اور اپنے ماسبق کذاب راویوں کے جھوٹ کو اپنی تاکید میں پیش کرنا (جیسا کہ المنہاج السوی میں بعض من گھڑت روایات ہیں) موصوف کا دلپسند مشغلہ معلوم ہوتا ہے۔ آخر انھوں نے اپنے منہاج کو تمام مسلمانوں سے انوکھے انداز میں چلانا ہے تو وہ اس کے بغیر کیسے ممکن ہوسکتا ہے۔

ثانیاً: موصوف نے اس روایت میں صرف تحریف ہی نہیں کی بلکہ جس حوالہ سے روایت نقل کی ہے اس نقل میں بھی بددیانتی کی ہے۔ مجمع الزوائد کے مولف امام ہیثمی کی مجمع میں عادت ہے کہ وہ اس میں حدیث نقل کرنے کے بعد اس حدیث کی سند کے بارہ میں اپنا محدثانہ فیصلہ بھی رقم فرماتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے اس روایت کے بارہ میں لکھا ہے۔

عبدالرحمان بن ابی لیلی لم یسمع

من ثابت بن قیس (مجمع الزوائد ص ۱۳۷ ج ۱)

قادری صاحب نے یہ روایت تو نقل کر دی لیکن امام ہیثمی نے اس روایت پر جو انقطاع کا حکم لگایا ہے اسے حذف کر گئے۔

قانون شکنی

موصوف نے خود ہی امت محمدیہ کا یہ امتیاز تحریر کیا ہے کہ متصل سند کے ساتھ حدیث پہچانا امت محمدیہ کی خاصیت ہے اور خود ہی اس اصول کی خلاف ورزی کی ہے کہ اپنے موقف میں منقطع السند روایت پیش کردی جو متصل السند کی ضد ہے۔

اصل حقیقت

بلاشبہ حدیث کی صحت کے لیے دیگر اوصاف کے ساتھ اس کا متصل السند ہونا بھی ضروری ہے مگر چونکہ قادری صاحب کی معرض احتجاج میں پیش کردہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس لیے محدثین نے سند کی افادیت میں یہ روایت پیش نہیں کی کیونکہ اس سے تو متصل السند ہونے کی شرط ختم ہو جاتی ہے۔ چونکہ حدیث قادری صاحب کا فن نہیں اس لیے انھوں نے مذکورہ بالا ضعیف روایت اپنے استدلال میں پیش کی ہے۔

سند دین ہے

موصوف نے صحیح مسلم کے حوالہ سے امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

ان ھذا العلم دین (ای علم الاسناد) فانظر وامن تاخذوا دینکم (ص:۲۰ بلفظہ)

یہ مختصر سی عبارت ہے اس کے نقل کرنے میں بھی موصوف ہاتھ کی صفائی دکھا گئے ہیں۔ مسلم شریف میں یہ عبارت اس طرح ہے ﴿ان ھــــذا العلم دین فانظر واعمن تاخذون دینکم﴾

قادری صاحب نے عــــمــــن کو مــــن اور تاخذون کو تاخذوا بنادیا۔ جس سے واضح ہے کہ موصوف نقل میں غیر موثق اور نا قابل اعتماد اور عربیت سے ناواقف ہیں۔ قابل غور بات یہ ہے کہ جو شخص آدھ سطر بھی درست نہ لکھ سکے وہ صحیح بخاری کا دور کیسے کرا سکتا ہے۔ فــاعتبــروا پھر اس قول سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں اسناد میں دین کی کوئی تعلیم نہیں ہوتی۔ دین کا کوئی مضمون نہیں ہوتا۔ احکام شریعت میں سے کوئی شئی اسناد میں بیان نہیں ہوتی اور تعلیمات اسلام میں کوئی تعلیم اسناد کا حصہ نہیں ہوتی۔ اسناد شخصیتوں کے ناموں کا ایک سلسلہ ہے۔ (ص ۲۱)

عجب معمہ ہے موصوف یوں تو اسناد کی اہمیت بیان کر رہے ہیں اور اس کو دین بھی سمجھتے ہیں اور اس کے ساتھ اسے دین سے خارج بھی کر رہے ہیں۔ اگر سند اسلام کی تعلیم کا حصہ نہیں تو پھر یہ دین کیسے ہوگی اور اس سے عجب تر یہ بات ہے کہ موصوف قرآن

میں لفظ قل کو متن نہیں بلکہ سند مانتے ہیں۔ جیسا کہ فرماتے ہیں قل کا مطلب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا جا رہا ہے کہ آپ فرمادیں پس قل یہ سند ہے اور اگلا حصہ ھو اللہ احد متن ہے۔(ص۲۲)

اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کا کچھ ایسا حصہ ہے۔ بقلم خود شیخ الاسلام کے نزدیک نہ اس میں دین کی تعلیم ہے اور نہ کوئی دین کا مضمون ہے اور نہ ہی احکام شریعت کا اس میں کوئی حکم ہے۔ ویسے امریکہ اور برطانیہ وغیرہ کو ایسے شیخ الاسلام کی ضرورت ہے۔ جو ان کے مشن کو ان کی جہد و نقصان کے بغیر چلائے۔

موصوف کے علم میں ہونا چاہیے کہ سند متن تک پہنچنے کا ذریعہ ہے جو ایک خبر کی حیثیت رکھتی ہے اور خبر کی تحقیق کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں:

﴿یا ایھا الذین امنوا ان جاء کم فاسق بنباء فتبینوا﴾(الحجرات:۶)

”اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کیا کرو۔“

ہوسکتا ہے کہ یہ آیت موصوف کے ذہن میں نہ ہو اس لیے سند کے بارہ میں بے مقصد باتیں ذکر کردی ہیں ورنہ بات تو بالکل سیدھی سی ہے کہ جس کے ذریعے خبر پھیلی ہے اس کے بارہ میں تحقیق کی جائے کہ آیا کہ وہ اس لائق بھی ہے کہ اس کی بیان کردہ خبر قبول کی جاسکے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر کی تحقیق کے لیے فاسق کا ذکر کیا ہے جو اپنا ایک وجود رکھتا ہے تو گویا کہ اس آیت کریمہ نے موصوف کے تمام مفروضات کو باطل قرار دیا ہے اور ان کے مجتہدانہ دعویٰ کے غبارہ سے ہوا نکال دی ہے۔

دین متن ہے یا سند

موصوف فرماتے ہیں بے شک متن میں تعلیم ہے مگر دین تعلیم کے متن کا نہیں بلکہ تعلیم کی سند کا نام ہے۔(ص۲۱)

معلوم نہیں موصوف جب بخاری کا دورہ کرا رہے تھے تو ان پر شیخ الاسلام بننے کے خبط کے دورے پڑ رہے تھے' سند کو تو دین مانتے ہیں مگر متن جس کی خاطر سند کا وجود ہے کے بارہ میں فرماتے ہیں بے شک متن میں تعلیم ہے مگر دین۔ تعلیم کے متن کا نہیں بلکہ تعلیم کی سند کا نام ہے۔ جس کا واضح مطلب ہے کہ وہ متن کو دین ماننے سے انکاری ہیں۔ واضح رہے کہ اصل دین تو متن ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور تقریر کا نام ہے۔ سند تو اس تک پہنچنے کا ایک ذریعہ ہے اور وہ سند متن کی وجہ سے دین میں شامل ہے۔ ورنہ خالی سند کو جو بغیر متن کے ہو اسے کون دین کہتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص کہتا ہے کہ شافعی' مالک' نافع' تو کیا محض ان خالی ناموں کو دین کہا جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ ہاں جب حدثنا

الشافعی عن مالک عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کہا جائے گا تو یہ دین میں ہوگی اور اسی کو امام ابن سیرین نے دین میں سے کہا ہے اس لیے کہ اس سند کے ذریعے اصل دین (حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم) تک رسائی ہوتی ہے۔

موصوف مزید لکھتے ہیں ان اللہ کے بندوں کے ناموں کی فہرست کو جاننا اور ان کو یاد کرنا اور ان ناموں کے سلسلے سے منسلک ہونا دین ہے۔ (ص ۲۱)

موصوف کا یہ فرمان لغو اور باطل ہے۔ جس کا سلف صالحین میں سے کوئی بھی قائل نہیں تھا۔ اللہ کے بندوں کے ناموں کو جاننا اور انھیں یاد رکھنا اور ان ناموں کے سلسلے میں منسلک کس ولیل سے دین ہے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں سند کا جب وجود نہ تھا اور نہ اس کی ضرورت تھی اس لیے کہ لوگ حدیث براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے تھے۔ اس وقت چونکہ ناموں کا سلسلہ موجود نہ تھا تو کیا معاذ اللہ دین ناقص تھا' ہاں جب اکابر صحابہ کے دور کے بعد سند کی ضرورت پیش آئی تو کیا دین اس وقت پورا ہوا تھا۔ سند خبر تک رسائی اور اس کے کذب وصدق کے جانچنے کا ذریعہ ہے۔ صحابی کے پیچھے جو سلسلہ سند ہے' اس کے راوی کیسے ہیں۔ کیا وہ قابل اعتماد بھی ہیں یا کہ نہیں؟ اگر راوی قابل اعتماد نہ ہو تو اس کی بیان کردہ روایت بھی قابل اعتماد نہیں ٹھہرتی اگر صرف ناموں کا سلسلہ ہوتا تو نا قابل اعتماد راویوں کی روایت کیوں رد کردی جاتی ہے۔

سند کی تحقیق متن کی حفاظت کی خاطر ہے

بلاشبہ سند تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے معا بعد ہی معرض وجود میں آ چکی تھی' لیکن اس میں تحقیق کی تب ضرورت پیش آئی جب اہل بدعت نے اپنے عقائد کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف من گھڑت باتیں منسوب کرنا شروع کیں اور خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں حدیث رسول غیر محفوظ نہ ہو جائے۔ جیسا کہ امام ابن سیرین فرماتے ہیں

لم یکونوا یسئالون عن الاسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سامعوا لنا رجالکم فینظر الی اهل السنة فیوخذ حدیثهم وینظر الی اهل البدع فلا یوخذ حدیثهم (مسلم ص ۱۹ ج ۱)

عہد صحابہ میں لوگ سند کا سوال نہیں کرتے تھے اور جب فتنہ واقع ہو گیا (جنگ صفین ہوئی) تو پھر کہنے لگے ہمارے سامنے ان کا نام ذکر کرو (جن سے حدیث روایت کی گئی ہے) تو دیکھا جاتا اگر حدیث کے راوی اہل سنت میں سے ہیں تو ان کی روایت کردہ حدیث لے لی جاتی اور اہل بدعت کو دیکھا جاتا تو ان کی حدیث رد کردی جاتی ہے۔ امام ابن سیرین

کے قول کا یہ مطلب نہیں کہ واقعہ صفین سے پہلے سند موجود نہ تھی بلکہ واضح مطلب یہ ہے کہ لوگ سند کا سوال نہیں کرتے تھے اور اس کی وضاحت امام ابن سیرین نے خود ہی کر دی ہے کہ

فان القوم کانوا اصحاب حفظ و اتقان

(جامع الاصول ۱۳۱ ج ۱)

اس وقت کے لوگ حفظ و اتقاق والے تھے۔

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کنت اذا سمعت من رسول اللہ ﷺ حدیثا نفعنی اللہ بما شاء منه و اذا حدثنی عنه غیری استحلفته فاذا حلف لی صدقته

(مسند احمد ص ۲ ج ۱)

میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست کوئی حدیث سنتا تو اللہ تعالیٰ جس قدر چاہتا مجھے اس سے فائدہ پہنچاتا اور جب مجھے دوسرا شخص رسول اللہ کی حدیث بیان کرتا تو میں اس سے قسم اٹھواتا اور جب وہ قسم اٹھالیتا تو میں اس کی تصدیق کرتا۔ اسی طرح خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (ابوداؤد و ترمذی) اور امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ بھی حدیث سننے کے بعد چھان بین کرتے اور تصدیق کے بعد قبول کرتے (بخاری کتاب الاستئذان و مسلم وغیرہ) گویا کہ سند متن کی خادم ہے۔ متن کے بغیر اس کا وجود محال ہے۔

ناموں میں برکت

موصوف سند کو ناموں کی برکت سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ اس پر انھوں نے ابن ماجہ کی ایک روایت کو بطور دلیل پیش کیا ہے وہ روایت اس طرح ہے:

عن عبدالسلام بن ابی صالح عن علی بن موسی رضا عن ابیه ای موسی الکاظم عن جعفر بن محمد الصادق عن ابیه ای اللامام محمد الباقر عن ابیه علی بن حسین الامام زین العابدین عن ابیه ای الامام حسین عن ابیه ای علی بن ابی طالب قال قال رسول اللہ ﷺ الایمان معرفة بالقلب وقول بلسان وعمل بالارکان (ص ۲۱ بلفظہ)

موصوف نے اس روایت کی سند میں اپنے متجددانہ تخیل کو سمودیا ہے اور سند میں بھی اپنی طرف سے بہت سا اضافہ کیا ہے۔ ابن ماجہ میں یہ سند اس طرح ہے:

حدثنا سهل بن ابی سهل و محمد بن اسماعیل قال حدثنا عبدالسلام بن صالح ابو الصلت الهروی حدثنا علی بن موسی الرضا عن ابیه عن جعفر بن محمد عن ابیه عن علی بن الحسین عن ابیه عن علی بن ابی طالب.

آپ اصل سند کا قادری صاحب کی تحریر کردہ سند سے موازنہ کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ اصل سند القاب سے خالی ہے جبکہ قادری صاحب کی بیان کردہ سند میں کتنے ناموں کے ساتھ القاب ملحق ہیں اور پھر ان القاب کو اصل سند کے ساتھ اس طرح گڈمڈ کر دیا ہے کہ امتیازی علامت (بریکٹ) بھی نہیں ڈالا۔ جس سے قاری یہ سمجھتا ہے کہ قادری صاحب کی بیان کردہ سند بعینہٖ وہی ہے جو ابن ماجہ میں ہے۔ اگر قادری صاحب یہ عذر پیش کریں کہ یہ القاب محض توضیح کے لیے ہیں تو پھر یہ اصول حدیث کے علوم سے ناواقفی کا نتیجہ ہے۔ اصول کی رو سے اگر توصیفی یا توضیحی کلمہ بڑھانا تھا تو اس کے لیے قوسین (بریکٹ) لگاتے تا کہ اصل اور اضافہ میں امتیاز ہو جاتا۔ ورنہ یہ مدرج فی الاسناد ہے جو اصول حدیث کی رو سے ممنوع ہے۔

روایت من گھڑت ہے

موصوف کی پیش کردہ مذکورہ روایت من گھڑت ہے۔ محقق اور ناقدین نے اسے من گھڑت قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب ضعیف اور موضوع روایات ملاحظہ کریں۔ موصوف لکھتے ہیں:

قال ابو السلط الھروی لو قرء ھذا الاسناد علی مجنون لبرء

ترجمہ یہ کیا ہے اس حدیث کی صرف سند پڑھ کر کسی دماغی مریض پر دم کر دیا جائے تو شفایاب ہو جائے گا۔ پھر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں اس حدیث مبارکہ کی سند میں موجود ہونا ناموں کی برکت سے ظاہر ہوتا ہے کہ متن سے پہلے ناموں کا یہ سلسلہ بھی اسلام کے اندر اہمیت و عظمت کا حامل ہے۔ (ص ۲۱)

ہم کہتے ہیں کہ اولاً تو موصوف نے اس متن میں تحریف کی ہے۔ اس قول کا قائل ابو السلط نہیں ابو الصلت ہے۔ یہ تحریف کیوں کی تو اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ابو الصلت چونکہ متعصب شیعہ اور معروف کذاب ہے' موصوف اس کے نام کو بدل کر چھپانا چاہتے ہیں کہ کہیں حقیقت معلوم نہ ہو جائے کہ میں جس کے قول کو معرض حجت میں پیش کر رہا ہوں' وہ تو کذاب ہے۔ بھلا کذاب راوی کی بات کیسے معتبر ہو سکتی ہے؟ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ قائل کا نام ہی بدل دو تا کہ اس کے کذب پر اعتراض ہی نہ ہو۔ پھر یہ کتابت کی غلطی بھی نہیں۔ اس لیے کہ موصوف نے ترجمہ میں بھی ابو السلط ہی لکھا ہے۔

شفا کا نظریہ

اس سند کے رجال پر غور کیا جائے تو ابو الصلت کے استاذ سے لے کر آخر تک تمام راوی اہل بیت میں سے ہیں اور شیعہ حضرات ان تمام کو اپنے معصوم امام مانتے ہیں۔ ابو الصلت بھی چونکہ

شیعہ تھا جیسا کہ امام ذہبی فرماتے ہیں متعصب شیعہ (میزان ص ۶۱۶ ج ۲) اس لیے اس نے اس سند کے بارہ میں یہ عقیدۃ کہا ہے کہ اگر اسے مجنون پر پڑھا جائے تو وہ تندرست ہو جائے موصوف کی چونکہ علم حدیث فن خصوصاً رجال حدیث کے بارہ میں ان کی معلومات صفر کے برابر ہیں اور پھر تحقیق کا بھی کوئی ذوق نہیں۔ صرف نمود مقصد ہے اس لیے اگر تحقیق کریں تو اس قسم کے شرکیہ عقائد کو چھوڑنا لازم آئے گا جو موصوف کے لیے ناممکن ہے۔

نام میں برکت

اسلام کا اس بارہ میں شفاف نظریہ ہے کہ وتبارک اسمک اللہ تعالیٰ کا نام بابرکت ہے اس کے علاوہ اسلام نے کسی نام کو باعث برکت قرار نہیں دیا اور نہ صحابہ کرام ہی اللہ تعالیٰ کے نام کے علاوہ محض کسی دوسرے کے نام سے برکت حاصل کرتے تھے یہ اعتقادی بدعت ہے جو شیعہ کے واسطے سے مسلمانوں میں پھیلی ہے۔ اب اس بدعت کے پھیلانے کی ذمہ داری قادری صاحب نے اپنے ذمہ لے لی ہے۔

ابوالصلت کا تعارف:

عقیلی فرماتے ہیں رافضی خبیثھا (الضعفاء الکبیر) ابن عدی فرماتے ہیں متہم ہے (اسود الکامل) دار قطنی فرماتے ہیں رافضی خبیث وضع حدیث کرنے میں متہم ہے۔ اس نے یہی حدیث الایمان باقرار القلب (جسے قادری صاحب نے پیش کیا ہے) وضع کی ہے (میزان ص ۶۲۹ ج ۲)۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں یہ حماد بن زید اور اہل عراق سے فضائل علی اور اہل بیت سے عجیب قسم کی احادیث روایت کرتا ہے جب یہ کسی حدیث کے روایت کرنے میں منفرد ہو تو قابل حجت نہیں (کتاب المجروحین ص ۱۵۱ ج ۲) راقم الحروف کہتا ہے یہ مذکورہ روایت اسی کذاب راوی کی روایت کردہ ہے جو اس لائق نہیں تھا کہ اس سے احتجاج پکڑا جائے چہ جائیکہ اس سے اسلام تمکن جیسا نظریہ قائم کیا جائے۔

احناف اور مذکورہ روایت

امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ احناف کا ایمان کے بارہ یہ قول ہے کہ ایمان صرف اقرار اور تصدیق کا نام ہے۔ اعمال ایمان میں داخل نہیں اسی بناء پر احناف ایمان میں کمی بیشی کے قائل نہیں۔ مگر مذکورہ روایت احناف کے عقیدہ کی نفی کرتی ہے کہ اس روایت میں عمل بالارکان کو ایمان کا جزء بلکہ شرط قرار دیا گیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جس کی سند میں اتنی قوت ہے کہ پاگل مریض سنتے ہی وہ شفایاب ہو جاتا ہے تو اس کے متن کا کتنا بڑا درجہ ہوگا۔ اس لیے کہ متن تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان یا عمل کو کہا جاتا ہے۔ یہ روایت گویا کہ قادری صاحب کے لیے ایک

امتحان ہے۔ اولاً تو صاف الفاظ میں عملاً بھی اس روایت کو قبول کریں اور اس بارہ میں ائمہ احناف کے معروف عقیدہ کی نفی کریں۔ کیا یہ ممکن ہے؟

امام مسلم پر الزام

فرماتے ہیں امام مسلم شخصیت پرست نہ تھے مگر شخصیت پرست نہ ہو کر فرماتے ہیں دین صرف اللہ والوں کے نام کے ناموں کا نام ہے یعنی وہ اہل اللہ جن کے ذریعے دین پہنچا ہے ان کے اسناد کو دین کہتے ہیں۔ (ص ۲۱) امام مسلم نے امام ابن سیرین کا قول نقل کر کے یہ واضح کیا ہے کہ سند دین متن سے ہے یہ تو نہیں کہا کہ اہل اللہ کے نام دین ہیں سند اور عام ناموں میں بعد ما بین المشرقین ہے یہ عام ناموں کو قطعاً کسی نے دین قرار نہیں دیا بلکہ جب یہ نام اس سلسلہ کے ساتھ بالترتیب واقع ہوں کہ جو کسی متن کی خبر دیں تو تب یہ سند ہو گی چونکہ سند متن یعنی دین تک پہنچنے کا نام ہے اس لیے اس واسطہ کو امام ابن سیرین نے دین کہا ہے جب کہ موصوف اہل اللہ کے مطلق ناموں کو دین قرار دے رہے ہیں جس سے امام ابن سیرین اور امام مسلم دونوں ہی بری ہیں۔

سند اور قرآن

فرماتے ہیں۔ ان هذا العلم ای علم الا سناد دین

یہ قول قرآن کی اس آیت کی تشریح ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم اللہ رب العزت نے الصراط المستقیم نہ قرآن کو کہا اور نہ ہی حدیث وسنت کو کہا بلکہ صراط المستقیم (موصوف نے صراط کو بلا معرف اللام لکھا ہے) نیک شخصیتوں اور اللہ والوں کے راستے کو کہا (ص ۲۲)

ان هذا العلم دین کے قائل امام ابن سیرین ہیں انہوں نے قطعاً یہ نہیں کہا کہ میرے اس قول کی دلیل آیت اهدنا الصراط المستقیم ہے یہ قادری صاحب کا اپنا استدلال ہے جو بے محل ہے اس لیے اس آیت کریمہ میں صراط المستقیم کو سند قرار نہیں دیا اور نہ اس سلسلہ میں سند کا ذکر ہے موصوف کی یہ تشریح بالرائے ہے جس کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے من قال فی القرآن برایه فلیتبواء مقعده من النار

موصوف جس طرح علم حدیث سے ناواقف ہیں اس طرح قرآن سے بھی نا واقف ہیں ورنہ یہ قطعاً نہ کہتے کہ صراط المستقیم قرآن اور حدیث بلکہ اللہ والوں کا راستہ ہے اسلیے قرآن کریم نے صراط المستقیم کی خود تفسیر کی ہے ان هذا صراطی مستقیما (الانعام ۱۵۳) ومن یعتصم باللہ فقد هدی الی صراط مستقیم (آل عمران ۱۰۱) انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم (یٰس ۳،۴)

واتبعون ھذا صراط مستقیم (الزخرف:۶۱)

یہ آیات اور اس مضمون کی دیگر متعدد آیات واضح کرتی ہیں کہ صراط مستقیم قرآن وحدیث کا نام ہے۔ابن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے ایک لکیر کھینچی اور پھر فرمایا! یہ اللہ کا راستہ ہے اور پھر اس لکیر کے دائیں اور بائیں لکیریں کھینچی اور پھر فرمایا یہ راستے ہیں جن میں سے ہر راستہ پر شیطان ہے۔اس راستہ کی طرف دعوت دیتا ہے۔پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔وان ھــذا صراطی مستقیما فاتبعوہ.

اس حدیث کو امام نسائی دارمی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ حاکم فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔(المستدرک ص۳۱۸' ج۲) میرا خیال ہے کہ اس بارہ میں دو اہل علم کے مابین اختلاف نہیں ہوا کہ صراط مستقیم سے مراد قرآن وحدیث ہے۔یہ انوکھی منطق بقلم خود شیخ الاسلام کی ہے کیونکہ اس کے بغیر مفروضہ اسلام کا شیخ الاسلام بننا ممکن نہیں۔

قرآن میں متن اور سند

ان ھـذا العلم دین پر اللہ کا ایک اور قول بھی سند ہے۔جب اللہ نے اپنی توحید کو بیان کرنا چاہا تو سورۃ اخلاص میں اپنی توحید کا اعلان فرمایا اور سورۃ اخلاص میں توحید کا مضمون ھو اللہ احد سے شروع ہوتا ہے مگر سورۃ کا آغاز قُل سے ہوتا ہے۔قُل میں نہ واحدانیت کا معنی ہے اور نہ توحید کا اور نہ ہی اس میں کوئی اثبات توحید اور نفی شرک ہے۔قل کا مطلب ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ آپ فرما دیں پس یہ قل سند ہے اور اگلا حصہ ھو اللہ احد متن ہے۔قل بہتر اسناد ہے۔(۲۲)

قادری صاحب کی منطق سے یہ واضح ہوتا ہے کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کو بھی سند کی ضرورت ہے۔ممکن ہے ان کا یہی نظریہ ہو یا گمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور راوی حدیث کے درمیان جو فرق ہے' موصوف اس سے بے خبر ہیں۔آج کل تو ان کے مفسر قران بننے کا بھی ڈھنڈورا ہے۔پتا نہیں اس تفسیر میں کیا عجائبات ہوں گے کہ جس مفسر کو یہ پتہ نہیں کہ سورۃ اخلاص کے نازل ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ متعدد بار اپنے وحدہ لاشریک ہونے کا اعلان کر چکے ہیں۔اصل میں موصوف صاحب اپنے تخیلات باطلہ کو کتاب وسنت کے نام سے ڈھارس دینا چاہتے ہیں۔چونکہ قرآن وحدیث سے ان کے باطل عقائد کی دلیل مہیا نہیں ہوتی' اس لیے اس قسم کی بے معنی باتیں کرتے ہیں' ورنہ آج تک کسی مفسر نے لفظ قل سے سند کا استدلال نہیں پکڑا۔

سند اور شخصیت پرستی

موصوف سند کو شخصیت پرستی قرار دیتے ہیں' چنانچہ کہتے ہیں کہ شخصیت پرستی میں ہم نے پرستی کا لفظ

خود سے لگا دیا۔ پرستش تو صرف اللہ کی ہے' اگر پرستی نکال دیں تو دین سارا شخصیتوں کا نام ہے۔ خواہ وہ پیغمبر ہوں' صحابہ یا ائمہ ہوں۔ ارشاد فرمایا:

علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المھدیین. یہ سب شخصیتیں ہیں۔ انی ترکت فیکم امرین کتاب اللہ وعطرتی (یہ لفظ قادری صاحب نے اسی طرح لکھا ہے حالانکہ یہ لفظ عترتی ''ت'' کے ساتھ ہے ''ط'' کے ساتھ نہیں) پس اہل بیت شخصیتیں ہیں' صحابہ خلفاء راشدین شخصیتیں ہیں۔ گویا کہ ۷۵ فیصد سے زائد حصہ دین کا شخصیتوں پر ہے۔ (ص ۲۲)

قادری صاحب اپنے شرکیہ منہج کا جو مہرہ پھینکنا چاہتے تھے' بالآخر پھینک دیا کہ سند اصل میں شخصیت پرستی ہے۔ اس نام نہاد علامہ' مفسر اور محدث کو اتنا علم نہیں کہ قرآن سارے کا سارا ہی شخصیت پرستی کے خلاف ہے۔ دنیا میں سب سے پہلے شرک شخصیت پرستی سے ہی شروع ہوا تھا۔ سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم جن پانچ بتوں ودّ' سواعؑ' یغوث' یعوق اور نسر کی پوجا کرتے تھے وہ سب شخصیتیں تھیں۔ (بخاری)

سیدنا نوح نے اپنی قوم کو ان شخصیات کی پرستش سے ہی روکا تھا۔ جب وہ باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پانی کا عذاب آیا اور وہ غرق ہو گئے۔ آج پھر موصوف اسی شخصیت پرستی کا واویلا کر رہے ہیں اور دین اسلام پر جس کا نقطہ آغاز ہی یہی ہے کہ فادعوہ مخلصین تم صرف اللہ کو پکارو اس دین میں موصوف ۷۵ فیصد شخصیت پرستی (شرک اکبر) کے دعوے دار ہیں۔ گویا موصوف کی کاوش میں دین اسلام میں صرف پچیس فیصد اللہ پرستی کا عنصر ہے۔ جبکہ ۷۵ فیصد اس میں شرک کی آمیزش ہے۔ پاکستان کے آزاد ماحول میں قادری صاحب کا حق بنتا ہے کہ وہ بھی مرزا قادیانی کی طرح کتاب و سنت سے ملعب کر کے اپنے وجود کو منوائیں۔ موصوف کو یہ علم ہونا چاہیے کہ جن کی شخصیت پرستی کا یہ رونا رو رہے ہیں' وہ تو خود اللہ کی پرستش کرنے والے تھے۔ ان کے نقش قدم پر چلنے کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی پرستش کی جائے بلکہ سنة الخلفاء الراشدین کا لفظ یہ بتاتا ہے تم اس طریقہ پر کاربند رہو جس طریقہ پر خلفائے راشدین تھے۔

اس کا یہ مطلب تو قطعاً نہیں کہ تم ان شخصیات کی پرستش کرو اور یہی دوسری حدیث کا مطلب ہے کہ جس طرح تم نے کتاب اللہ پر عمل کرنا ہے' اسی طرح میری عترت کے طریقہ پر عمل کرو۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ موصوف کو دین کے سب سے بڑے ستون کو مسخ کرنے کی کیوں سوجھی۔ اس کی شاید وجہ یہ ہو کہ قادری صاحب دراصل تصوف گزیدہ صوفی المشرب ہیں اور ہر اصطلاحی صوفی وحدت ادیان کا قائل ہوتا ہے۔ جن کی نظر میں مسجد مندر اور گرجا سب برابر ہوتے ہیں۔ چونکہ موصوف کے تصوف کی ساری

عمارت شرک پر قائم ہے' اسلام کے علاوہ باقی جتنے ادیان ہیں' سب کی بنیاد شخصیت پرستی پر ہے۔ اسلام واحد دین ہے' جس کی بنیاد اللہ پرستی پر ہے۔ موصوف شخصیت پرستی کا شوشہ چھوڑ کر درحقیقت تصوف کے بنیادی نظریہ کو اجاگر کر رہے ہیں یا یہ بھی ممکن ہے کہ یہود و نصاریٰ کو خوش کرنے کے لیے انھوں نے ایسے مفروضے چھوڑے ہوں۔

چونکہ ان کا یہ خطاب برطانیہ میں ہوا ہے اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ وہاں کے عیسائی تثلیث کے قائل ہیں' جس کی بناء پر اسلام انھیں کافر قرار دیتا ہے تو قادری صاحب باور کرانا چاہتے ہیں کہ ہم تم میں دوری نہیں تم تثلیث کے قائل ہو تو ہم تم سے بڑھ کر تربیع کے قائل ہیں۔ تم میں ٦٦ فیصد شخصیت پرستی ہے تو ہم میں ٧٥ فیصد شخصیت پرستی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ موصوف نے ایک بار کیتھولک جلوس میں بھی شرکت کی تھی اور ان منہاجیوں کی طرف سے کرسمس ڈے پر مبارکباد کے بینرز بھی آویزاں ہوئے تھے۔

سند اور اہل بدعت

سند اور اہل بدعت کے عنوان سے موصوف نے بڑے گل کھلائے ہیں اور اسی ضمن میں بالکل بے مقصد بحث کی ہے جس کا نہ سند کے ساتھ کوئی تعلق ہے اور نہ ہی محدثین کرام کے ساتھ فرماتے ہیں پس وہ بات پر دھیان نہ بلکہ شخصیتوں پر دھیان دیتے کہ کس سے لی گئی ہے (٢٣) یہاں تو آ کر یہ حقیقت منکشف ہوگئی ہے کہ موصوف محدثین کے نقطہ نظر کو کیا سمجھتا ہے وہ خود اپنی تحریر کے اسلوب سے بھی غافل ہے ان کا ایک سطر کا یہ جملہ خود ان کے مؤقف کی تردید کر رہا ہے کہ محدثین کرام اگر سند کو شخصیت پرستی پر حمل کرتے ہوتے ان کی تحقیق نہ کرتے کیونکہ کسی کی پرستش عقیدت کا آخری درجہ ہوتا ہے اور جب عقیدت پرستش تک پہنچ جائے تو پھر وہاں تحقیق نہیں ہوتی اور پھر محدثین سند کی پرکھ متن کی خاطر کرتے تھے نہ کہ کسی شخصیت کی خاطر یہی وجہ ہے کہ امام ابن سیرین فرماتے ہیں کہ **فينظر الى اهل البدعة فلا يو خذ حديثهم** (مسلم ص١٩ ج١)

کہ اہل بدعت کی طرف دیکھا جاتا تو ان کی بیان کردہ حدیث قبول نہ کی جاتی تو معلوم ہوا کہ سند کی تحقیق متن کی خاطر کی جاتی ہے

نا اہل کا منصب پر فائز ہونا: موصوف فرماتے ہیں کہ آج یہ دور ہے کہ جس کو سند کے معنی کی بھی خبر نہیں وہ بھی دین منتقل کرتا ہے دین بیان کرتے ہوئے اپنے آپ کو دین کی اتھارتی سمجھتا ہے ہر شخص مجتہد بنا بیٹھا ہے (٢٣)

موصوف نے بالکل درست فرمایا اور غالباً ان کو یہ تجربہ ان کی ذات شریف سے ہوا ہے کہ وہ علم حدیث (دین کے ستون) کے ابجد سے ناواقف ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو اتھارتی سمجھتے ہیں سند کا

جو مفہوم محدثین کرام کے ہاں ہے اس سے جاہل ہونے کے باوجود صحیح بخاری پر لاف زنی کر رہے ہیں اور دین کے بنیادی رکن توحید کو گرا کر اس کی جگہ شخصیت پرستی اور شرک کو متمکن کر رہے ہیں ان کو درانحالیکہ علم نہیں ہوتا کہ میں اپنی تائید میں جو قول پیش کر رہا ہوں اس کا قائل کون ہے جیسا کہ لکھتے ہیں امام مسلم فرماتے ہیں جب کوئی شخص بات کرتا تفسیر کرتا شرح کرتا تو ہم اس سے پوچھتے۔سموا لنا رجالکم (۲۳)

حالانکہ یہ قول امام مسلم کا نہیں بلکہ ابن سیرین کا ہے جسے امام مسلم نے اپنی سند سے نقل کیا ہے موصوف نے صرف اس قول کے انتساب میں ہی غلطی نہیں کی بلکہ اپنی محرفانہ عادات کے تحت اس میں اپنی طرف سے اضافہ بھی کیا ہے جب کوئی شخص بات کرتا' تفسیر کرتا' شرح کرتا یہ سب اضافی الفاظ ہیں جو امام ابن سیرین کے فرمان میں نہیں ہیں۔

بدعت اور سند: ''وہ بات پر دھیان نہ دیتے بلکہ شخصیتوں پر دھیان دیتے کہ کس سے لی ہے۔'' اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ میلاد شریف عرس شریف حلقات ذکر کا انعقاد بزرگوں کے طور طریقے کی پیروی اور وظائف کرنا پر بدعت کا فتوی لگانے والوں نے بدعت کا مفہوم نہیں سمجھا کیونکہ امام مسلم کے قول سے معلوم ہو رہا ہے کہ بدعت تو کوئی ایسی شئے تھی جو امام مسلم سے بھی پہلے تھی اور بہت پرانی ہے (۲۳ بلفظہ)

ہمیں قادری صاحب کی اس تحریر سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ موصوف سنت سے تو ناواقف ہیں ہی' البتہ بدعت کے متجدد بھی ہیں۔ یہ تو اعتراف کیا ہے کہ مذکورہ بالا بدعات کا وجود امام مسلم کے دور تک نہیں تھا یہ میلاد، عرس اور پیری مریدی کی بدعات امام مسلم کے بعد پیدا ہوئیں ہیں البتہ انہوں نے بدعت کے بارہ میں یہ تجدد فرمایا ہے کہ جو بدعت امام مسلم کے دور کے بعد پیدا ہوئی ہے اسے بدعت نہیں کہنا چاہیے کیونکہ بدعت کے لیے پرانی ہونا شرط ہے اور موصوف کی بدعات تو قریبی ادوار کی نئی ہیں کیا کوئی صاحب بصیرت اہل علم بدعت کے اس مفہوم کو قبول کرنے کے لیے تیار ہے جو مفہوم قادری صاحب نے اختراع کیا ہے۔

موصوف کی سند حدیث کے بارہ میں نئی کاوش جس سے تمام سلف صالحین ناواقف تھے قادری صاحب سند کے مفہوم کو نیا رخ دے کر غالباً لوگوں کو شخصیت پرستی پر لگانا چاہتے ہیں اور دوسری طرف اس قسم کے اشارے موجود ہیں کہ اپنے دور کی موصوف خود کو عالم اسلام کی سب سے بڑی شخصیت سمجھتے ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ منہاجیوں نے ان کی بڑی بڑی تصویریں اپنے دفتروں اور گھروں میں سجائی ہوئی ہیں۔ آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا......؟

قادری صاحب اور علم حدیث

ہم نے اپنے اس مقالہ کے شروع میں کہا ہے کہ قادری صاحب علم حدیث سے ناواقف ہیں تو ہمارا یہ دعویٰ قطعاً بے دلیل یا جذباتی نہیں بلکہ اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں، جن سے ہمارے دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہے۔ جس کی اجمالاً تفصیل یہ ہے۔

۱۔ موصوف موضوع روایت اور صحیح حدیث کے مابین امتیاز نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ المنہاج السوی جو ان کے ہاں بڑی محقق بلکہ قابل فخر کتاب ہے اس میں متعدد من گھڑت روایات موجود ہیں۔ اسی طرح خود ان کی اس زیر نقد مضمون میں من گھڑت روایات موجود ہیں۔

۲۔ کتب حدیث سے بھی کما حقہ تعارف نہیں ہے۔ المعجم الصغیر کو اما شعبی کی کتاب قرار دیا ہے۔ (منہاج القرآن ص ۱۵) حالانکہ یہ کتاب امام طبرانی کی تالیف ہے۔

۳۔ مصطلحات سے بھی ناواقف ہیں۔ جیسا کہ لکھتے ہیں: سیدنا عمر سے موقوفا روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی بتایا اور لکھتے ہیں عبداللہ بن عمرو العاص (موصوف نے اسی طرح لکھا ہے شاید شیعہ کو خوش کرنا مقصد ہے) نے حضور سے موقوفا روایت کیا۔ (ص ۱۷)

۴۔ علم نحو سے بھی ناواقف ہیں۔ مضاف کو بھی معرف باللام تحریر کیا ہے۔ الصحیح البخاری۔ (منہاج ص ۱۲، ۱۳، ۱۵، ۱۶، ۱۸) الصحیح المسلم (ص ۱۴، ۳۵)

۵۔ امام مسلم کے اسم گرامی کو اکثر جگہ معرف باللام لکھا ہے۔ حالانکہ یہ بغیر للام تعریف کے لکھا جاتا ہے۔ (ص ۳۵، ۱۴)

۶۔ حوالہ نقل کرنے میں غیر موثق ہیں جیسا کہ لکھتے ہیں امام مسلم فرماتے ہیں جب کوئی شخص بات کرتا، تفسیر کرتا، شرح کرتا، روایت کرتا تو ہم اس سے پوچھتے **سموا لنا رجالکم الخ** (ص ۲۳) یہ قول امام مسلم کا نہیں، انھوں نے اسے اپنی سند سے روایت کیا ہے۔ اصل قول تو امام ابن سیرین کا ہے، جیسا کہ گزر چکا ہے۔

۷۔ معروف اصطلاحات سے بھی ناواقف ہیں فرماتے ہیں حدیث کے ثقہ ہونے کے لیے یہ پیمانہ نہیں کہ وہ کتاب میں ہے اور کسی میں نہیں بلکہ حدیث کے معتبر اور ثقہ ہونے کا دارومدار سند پر ہے۔ (۳۴)
بے چارے کو اتنا بھی علم نہیں کہ حدیث ثقہ ہے۔ یہ کوئی اصطلاح نہیں حدیث صحیح ہوتی ہے۔ ثقہ راوی ہوتا ہے اور اس قسم کے بہت سے عجوبات ہیں جو بغیر کسی خارجی شہادت کے موصوف کی اندرونی کہانی اور ان کے علم حدیث سے ناواقف ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆